وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

تمام اہل اسلام پڑھیں

مسدس میلاد

حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم روحی فداہ

مسمّی باسم تاریخی

سنہ ۱۳۲۴ھ

جلوہ گاہ پیغمبر

مصنفہ

عالیجناب مولوی سید افضل حسین صاحب ثابت رضوی لکھنوی

سنہ ۱۹۱۰ء

مطبع ہندوستان سٹیم پریس لاہور میں چھپی

قیمت فی جلد سہ

بار اوّل

باسمہٖ سبحانہٗ

وَلَہُ الحَمدُ وَالرُّجُوعُ اِلَیہِ

۱۳ ۲۴
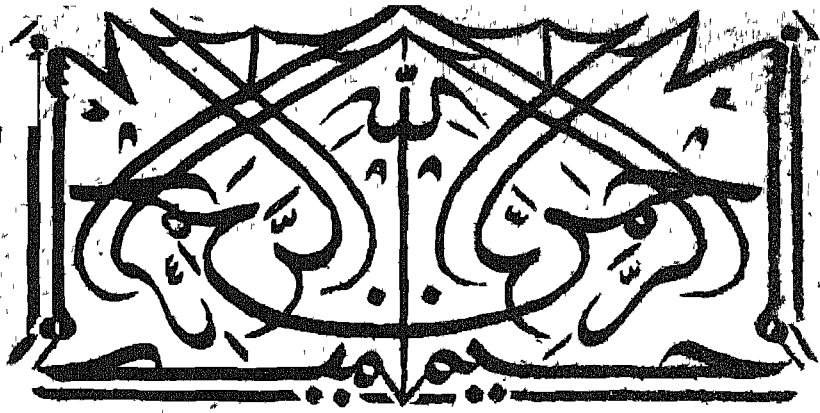
ناظرین مسدس میلاد (جلوہ گاہ پیغمبر) کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے۔ کہ حقیر زمانہ دراز سے (جسکو تخمیناً تیس سال کہنا غالباً غلط نہ ہوگا) اس شعر و شاعری کے شغل میں مشغول (بلکہ بلا میں مبتلا) ہے مگر ہمیشہ غزل گوئی کے ساتھ ساتھ حمد و نعت و منقبت و مرثیت خاصان خدا کی تصنیف کا بھی شوق رہا۔ تاہم اسقدر فرصت نہ ہوتی تھی کہ کوئی بڑی نظم مرتب ہو یا ایک مرثیہ پورا دو تین سو بند کا کہہ لوں۔ جب کوئی بڑی تصنیف شروع کی۔ کچھ نہ کچھ ایسے دنیا کے کاموں نے آگھیرا۔ کہ جیسے دلکو دنیا کی ہوس آ گھیرتی ہے مگر جب میں ۱۳۲۱ ہجری میں عتبات عالیات (کربلا و نجف و کاظمین و سامرہ) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو ان طبقات مقدسہ کی برکت یا تجبت یخامس آل عبا کی دعا کے اثر سے مجھے ایسے موقعے ملے۔ کہ میں نے اسقدر مرثیے اور سلام کہ لئے۔ کہ اب پوری ایک جلد مرتب ہو چکی ہے۔ اگر زمانے نے فرصت دی۔ اور مشتاقوں نے خواہش ظاہر کی۔ تو وہ جلد بھی انشاء اللہ عنقریب طبع ہو جائیگی۔ مدت سے میرا خیال تھا۔ کہ ایسا میلاد جناب سرور کائنات صلعم نظم کروں۔ جسمیں صحیح صحیح احادیث و روایات کا ماحصل و مضمون بیان ہو۔ کیونکہ میلاد کی روایات کو سنکر اکثر لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ روایات کو ضعیف بلکہ موضوع بتاتے ہیں۔ اس خیال سے میں نے ایک ایسے عالم (محدث) کی کتاب سے مدد لی ہے کہ جنکی مدح و ثنا عامہ و خاصہ (سنی

وشیعہ) دونوں فرقوں کے علمائے نے فرمائی ہے۔ وہ کون؟ علامہ ابن شہر آشوب مازندرانی رحمۃ اللہ۔
یہ جلیل القدر محدث ۴۸۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور چھ مہینے کم سو برس کی عمر پاکر ۵۸۸ھ میں انتقال
فرما گئے۔ چنانچہ انکی شان میں عالم جلیل اہل سنت وجماعت علامہ صلاح الدین صفدی وافی بالوفیات
میں فرماتے ہیں۔ محمد بن علی ابن شہر آشوب الثانیۃ بسین مھملۃ ابوجعفر السروی المازندرانی
رشید الدین الشیعی احد شیوخ الشیعۃ حفظ اکثر القرآن ولہ ثمان سنین وبلغ النہایۃ
فی اصول الشیعۃ۔ کان یرحل الیہ من البلاد ثم تقدم فی علم القرآن والغریب والنحو ووعظ
علی المنبر ایام المقتفی ببغداد فاعجبہ وخلع علیہ وکان بہی المنظر حسن الوجہ صدوق
اللہجۃ ملیح المحاورۃ۔ واسع العلم کثیر الخشوع والعبادۃ والتہجد۔ لایکون الا علی
وضوء اثنی علیہ ابن ابی طے فی تاریخہ ثناء کثیراً۔ توفی سنۃ ثمان وثمانین وخمس مائۃ۔
اس کا اردو میں ماحصل یہ ہے کہ محمد بن علی ابن شہر آشوب ابوجعفر سروی مازندرانی رشید الدین شیعی
بزرگان شیعہ میں سے ایک بزرگوار ہیں۔ آٹھ برس کے سن میں اکثر قرآن حفظ فرمایا۔ اور اصول شیعہ میں کمال کو پہنچ گئے
لوگ اونکی خدمت میں مختلف شہروں سے تحصیل علم کے لئے آیا کرتے تھے۔ پھر علم قرآن وغریب ونحو میں مقدم
ہوئے۔ اور زمانہ مقتفی باللہ (خلیفہ عباسی) میں منبر پر وعظ پسند فرمایا۔ جو خلیفہ موصوف کو بہت
پسند آئی۔ اور خلعت دیا۔ خوش منظر۔ خوبصورت۔ خوش محاسن۔ راست گفتار تھے۔ کلام اون کا
نمکین (چٹ پٹا) اور علم وسیع تھا۔ بہت خشوع وخضوع سے عبادت خدا فرماتے تھے۔ تہجد گزار
تھے۔ ہمیشہ وضو سے رہتے تھے۔ ابن ابی طے (ایک جلیل القدر عالم اہل سنت وجماعت) نے اپنی تاریخ
میں اونکی بہت تعریف فرمائی ہے ۵۸۸ھ میں اون کا انتقال ووصال ہوا۔ حقیر کے پاس علامہ ابن
شہر آشوب رحمۃ اللہ کی کتاب مناقب مطبوعہ بمبئی موجود ہے۔ اوس کے آخر میں شیعوں کی کتابوں روضات الجنات
وبحار الانوار ومنتہی المقال ونامۂ دانشوران سے اور سنیوں کی کتابوں طبقات المفسرین شمس الدین
داؤدی تلمیذ علامہ سیوطیؒ ولسان المیزان ابن حجر عسقلانیؒ وکتاب البلغۃ مجد الدین فیروز آبادی و
بغیۃ الوعاۃ علامہ جلال الدین سیوطیؒ ووافی بالوفیات علامہ صفدیؒ سے ان کے بہت کچھ فضائل
صدق وعلم وزہد نقل کئے ہیں۔ منجملہ ان کے وہ عبارت مختصر علامہ صفدیؒ ہے جو میں نے اوپر عرض کی۔
ان تمام تحریرات علمائے اہل اسلام کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نہایت صدوق محدث تھے۔

کتاب مناقب کے ناظرین سے یہ امر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ یہ جناب محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے مناقب و حالات زیادہ تر اہلِ سنت و جماعت سے تحریر فرماتے ہیں۔ بالخصوص اوس
موقع پر کہ جہاں ذکرِ ولادت باسعادت حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے علمائے عامہ سے زیادہ
روایات لی ہیں۔ پس ایسی روایات مقبولِ فریقین کہلائینگی۔ ناظرین آپ تعجب فرمائینگے۔ کہ
دیباچۂ میلاد لکھتے لکھتے اس نے کیا ذکر چھیڑ دیا۔ مگر نہیں۔ اس موقع پر یہ ذکر بے محل نہیں ہے۔
میری ایک تو یہ غرض ہے۔ کہ میں نے اکثر روایات جو اس مسدس میں نظم کی ہیں وہ علمائے متقدمین
محدثین معتمدین اہلِ اسلام سے لی ہیں۔ دوسرے اس زمانے کے سنی اور شیعہ دیکھیں اور متقدمین
علمائے اسلام سے خوش اخلاقی اور میل ملت کا سبق لیں۔ اور زمانہ قریب میں جو لڑائیاں اسلام کے
دونوں بڑے بڑے فرقوں میں ہوئی ہیں اور جن کے بعد اب خدا خدا کر کے صلح کی صورت نظر آتی ہے
ان جھگڑوں کو چھوڑیں جنکی بدولت جانیں تلف ہوتی یا مصیبتوں میں پڑتی ہیں۔ مال برباد
جاتا ہے آبرو گھٹتی جاتی ہے۔ اور اس طرح حسن سلوک باہم رکھیں جیسے دو فرقوں کے علما رکھتے تھے۔
جس کا ثبوت یہ تصنیف علامہ ابن شہر آشوب کی ہے۔ اس موقع پر شاید یہ عرض کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ
میں نے (یا وصفیکہ اپنے عقائد کے خلاف ایک مصرع بھی نہیں لکھا) کوئی مضمون ایسا نہیں لکھا کہ
جس سے کسی مسلمان کا دل دکھے۔ مقصود یہ ہے کہ اسکو تمام مسلمان (بلکہ اور لوگ بھی جو ایسی
باتوں سے دلچسپی رکھتے ہیں) بخوشی پڑھیں۔ اور ثواب و حظ حاصل کریں۔ میں یہ بھی اعتراف کرتا ہوں
کہ میری علمیت بہت کم ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ قریباً تئیس برس سے اس ریاست کوٹہ میں مقیم اور ملازم
ہوں۔ جہاں عربی کا چرچا نہ کتابیں اور نہ علماء ہیں۔ ممکن ہے کہ میری قلّتِ علم و فہم کے سبب سے
اصل مضمون کے سمجھنے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ تو مجھے آگاہ فرما کر احسان فرمائیں۔ اب رہی شاعری۔
اوس کی بقول جناب تسلیم لکھنوی مدظلہ تعالےٰ یہ کیفیت ہے کہ ؎

ابھی سے کیا کریں دعوی شاعری تسلیم ٭ یہ کام وہ ہے کہ جو عمر بھر نہیں آتا

شاعر مرتے مرتے اپنی تصنیفات سابقہ کے الفاظ بدلتا رہتا ہے جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تا دمِ آخر
اپنی غلطیوں کو محسوس و معلوم کرتا رہتا ہے۔ اور اوسکو اپنا سا کم تخلیہ میں قبول کرتا ہے (ہر چند اوروں کے
سامنے قبول کرے یا نہ کرے) اور خاص کر مجھ جیسا ہے نقائص کثرت سے نظر آتے ہیں بقول خود ؎

مجھے ڈر ہے خود بین نہ ہو جائے ثابت ۔ بہت اپنے عیب و ہنر دیکھتا ہے

افسوس کہ یہ میری نظم میرے اُستاد سلطان الذاکرین و المداحین حضرت مرزا محمد جعفر صاحب اوج قبلہ مدظلہ تعالے کی نظر فیض اثر سے اون جناب کی کم فرصتی کے سبب سے نہ گذر سکی ۔ یہ ضرور مجھے فخر حاصل ہے کہ ایک ایسے عالم جلیل ادیب عدیل کے ملاحظہ سے یہ نظم گذر چکی ہے جس کا مثل و نظیر ادب میں ہندوستان تو کیا عرب و عجم میں بھی نہیں ہے ۔ میں اون جناب کا نام نامی بغیر اون کی اجازت کے ظاہر کرنا خلاف مصلحت سمجھتا ہوں کہ شاید میرے ہم فن ہم وطن اون جناب کو اپنی تصنیفات دکھلا کر اونکی علمی کاموں میں ہارج (حارج) ہوں ۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ اس مسدس کے کم سے کم چار سو بند کہتا اور جو مظالم حضور سرور کائنات پر مکہ معظمہ میں ہوئے ہیں اونکو نظم کر کے حضور کی مظلومی اور رحیمی و کریمی کی شان دکھلاتا ۔ مگر زمانے نے فرصت نہ دی جس کا افسوس میں نے مسدس کے اخیر کے بندوں میں ظاہر کیا ہے ۔ اب میں سبب حیات و سیر مرحوم ترتیب دے رہا ہوں جو قریب الاختتام ہے ۔ علاوہ کتاب مناقب کے اس مسدس میں بعض مضامین دو ایک اور کتابوں سے بھی استنباط کئے ہیں مگر وہ بھی میرے خیال میں معتبر کتابیں ہیں ۔ جلوہ گاہ بشیر (۱۳۲۸ھ) اس میلاد منظوم کا تاریخی نام ہے جس سے بحساب ابجد ۱۳۲۸ھ نکلتی ہیں ۔ یہی سال تصنیف ہے ۔ میں اخیر میں اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ کوٹہ کے عام اہل اسلام نے عموماً اور میرے قدردان مہربان مولوی منظور الہادی صاحب سہیل امروہوی ہیڈ مولوی اسکول کوٹہ و میر محمود حسن صاحب ثاقب دہلوی وکیل سررشتہ ریاست کوٹہ و مولوی عبداللطیف صاحب جیجا ناظم مانگرول ریاست کوٹہ نے خصوصاً اس میلاد منظوم کو اسقدر پسند فرمایا اور کوٹہ کے بعض مجالس میلاد شریف میں بار بار مجھ سے پڑھوایا ۔ میں اس کے چھپوا دینے پر اس خیال سے آمادہ ہو گیا کہ انشاء اللہ اسکو عام مسلمان پسند فرمائینگے ۔ اور گلدستہ بزم مجالس میلاد شریف و مجالس ذکر آل محمد بنائینگے ۔ اور خاص کر مولوی منظور الہادی صاحب سہیل سلمہ اللہ نے اس کی نہایت خوشخط کاپی طیار فرمائی ۔ جو چھپنے کو جاتی ہے ۔ اور میں اون صاحبوں کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض اخلاقی سمجھتا ہوں ۔ اور ادا کرتا ہوں ۔ اللہ بس باقی ہوس +

الملتمس

مصنف حقیر افضل حسین ثابت لکھنوی سررشتہ دار عدالت فوجداری ریاست کوٹہ ۔

۲۳ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۲ جون ۱۹۱۰ء ۔ بروز پنجشنبہ

مقام ریاست کوٹہ

فہرست مضامین مندرجہ مسدس میلاد

۲۴ ھ ۱۳

جلوہ گاہ پیغمبرؐ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسمہٖ سبحانہٗ

ولہ الحمد والرجوع الیہ

سحابِ حمد سے شاداب ہے نہالِ سخن
یہی ہے کام زبان کا یہی ہے مآلِ سخن

اسی کلام سے حاصل ہوا کمالِ سخن
یہی ہے ذکرِ جمیل اور یہی جمالِ سخن

یہ ذکرِ خیر چھُٹے ہم سے غیر ممکن ہے
اسی پہ خاتمہ بالخیر ہو تو مومن ہے

وہ کارساز بھی عالم کا چارہ ساز بھی ہے
نیاز و راز کے قابل جسے نیاز بھی ہے

اسی کا خوف بھی ہم کو اسی پہ ناز بھی ہے
وہ بے نیاز بھی ہے اور پلک نواز بھی ہے

گناہ گار پہ رحمت کو اس کی جوش بھی ہے
وہ پردہ دار بھی ہے اور پردہ پوش بھی ہے

جہاں میں چار طرف فیضِ عام اس کا ہے
دماغ اس کا دل اس کا مشام اس کا ہے

جگر فگاروں کے دل میں مقام اس کا ہے
زبان اس کی لب اس کے کلام اس کا ہے

نہ ہو جو مرضیِ مولےٰ تو چپکے رہتے ہیں
ہم اس کی حمد اسی کے کہے سے کہتے ہیں

جو دل سے مانگ لیا ہم نے دیدیا اُس نے
طلب ہوا نہ تھا کہ مطلب سمجھ لیا اُس نے

جو دل کو پا لیا بے ریب و بے ریا اُس نے
تو قلبِ عاشقِ صادق میں گھر کیا اُس نے

نہ بادشاہوں کو حاصل ہوئی یہ عزت تھی
ذوالاحترام نے بت و حرم کی حرمت تھی

مثال فہم سے وہ اپنی صنعتوں میں بھی طاق
بغیر عرض و طلب بے سوال و استحقاق

وہی دیا اُسے جس چیز کا جو تھا مشتاق
گلوں کو رنگ پھلوں کو مزہ دلوں کو مذاق

جو چشمِ ہوش ہو نور اُس کا جلوہ گر دیکھے
ہر ایک رنگ میں نیرنگ ہے اگر دیکھے

دورنگیِ عالم

ہم اُس کی شان کو لیل و نہار دیکھتے ہیں
کبھی گلوں کو ہم آغوشِ خار دیکھتے ہیں

کبھی گلے کا حسینوں کے ہار دیکھتے ہیں
کبھی خزاں کبھی جوشِ بہار دیکھتے ہیں

مضرتوں میں بھی اکثر مفاد ہوتے ہیں
کہیں ملول کہیں قلب شاد ہوتے ہیں

دورنگیاں ہیں عجب اُس کی صنع و حکمت میں
کہ اختلاف ہے انسانوں کی طبیعت میں

کوئی تو شاد ہے عشرت میں کوئی عسرت میں
کوئی ہے مست گنہ میں کوئی عبادت میں

کوئی بلا میں ہے شاکر تو کوئی شاکی ہے
کوئی ہے خرم و بیباک کوئی باکی ہے

عنا و رنج میں کوئی ہے عافیت میں کوئی
کوئی بلا و مصیبت میں معصیت میں کوئی
کوئی تو جہل میں ڈوبا ہے معرفت میں کوئی
کوئی ہے تعزیت و غم میں تہنیت میں کوئی

کوئی ہے تکیہ میں مسند پہ کوئی بیٹھا ہے
کہیں ہے جشن کسی گھر میں حشر برپا ہے

کنارہ کش ہے کوئی کوئی اُس کا دیوانہ
بھرا ہے غم سے کہیں دل کہیں پہ پیمانہ
کسی زباں پہ شکایت کسی پہ شکرانہ
[illegible] کہیں ہے کہیں پہ [illegible]

بچھڑتے ہیں کہیں باہم گلے سے ملتے ہیں
ہزار رنگ کے پھول ایک پل میں کھلتے ہیں

کسی کا شاد ہے دل اور کسی کا شق ہے جگر
کوئی بناتا ہے نوشہ حسیں پسر کو پدر
کسی جنازہ پہ سہرا کسی کے ماتھے پر
جواں کوئی ہے عروس اجل سے ہم بستر

کہیں غمی ہے کسی گھر میں شادیانے ہیں
عجب قضا و قدر کے بھی کارخانے ہیں

خاصانِ خدا کے مبتلا بلا ہونے کا سبب

خدا سے لاکھ بشر مکر و فند کرتا ہے
خود اپنے دوستوں کو دردمند کرتا ہے
کسی پہ کب وہ درِ رزق بند کرتا ہے
وہ چوٹ کھائے ہوئے دل پسند کرتا ہے

کہ معتقد کوئی بے امتحان نہیں ہوتا
بغیر ضرب کے سکہ رواں نہیں ہوتا

جبر و اختیار

نہ فلسفی کی ہے محتاج اسکی شانِ عمیق
تصور اس کا کیا اور ہوگئی تصدیق
نہ معرفت کو ہے درکار منطقی تحقیق
وہ ساتھ نیک ارادے کے دیتا ہے توفیق

بغیر جبر یہ ہم بار بار کہتے ہیں
کہ اہلِ خیر اسے اختیار کہتے ہیں

مجبور ہو کر منکروں کا بھی قائلِ خدا ہونا

ہر ایک قلب کو اس کی ہے خود بخود تشویق
فلک زدوں کا انیس اور غم زدوں کا رفیق
کہ ڈر کے جیسے وہ ماں باپ سے ہیں بچے شفیق
رجوع کرتے ہیں آفت میں کھنچ کے سب زندیق

مریض پڑتے ہیں طبیب پر جھکتے ہیں
غرض کے بندے ہیں اپنی غرض پہ جھکتے ہیں

مرض کچھ ایسے بنائے حکیم یکتا نے
بلائیں جھیلیں کے بشر قدرِ عافیت جانے

حکیم سیکڑوں تشخیص میں ہیں دیوانے
خیالِ نفس کے ساتھ اپنے رب کو پہچانے

تغیّراتِ جہاں رُوح و جسم میں دیکھے
ہزاروں شعبدے خاکی طلسم میں دیکھے

خدا کو یاد کرے گر مرض کی شدّت ہے
زمانہ شکر و عبادت کا وقتِ صحّت ہے

بنور دیکھے تو علّت بھی عین حکمت ہے
کہ تندرستیٔ انساں ہزار نعمت ہے

مرض ہے راہبرِ لطف رہنما صحّت
خبر کسے ہے کہ بہتر مرض ہے یا صحّت

رزق رسانی

سحاب و صاعقہ و رعد و نجم و شمس و قمر
ہر ایک چیز ہے حکمِ خدا پہ باندھے کمر

بحار و آتش و خاک و ہوا و سنگ و شجر
بشر کو رزق پہنچتا ہے یوں بقولِ سحر

جہاں گیا مرا حصّہ مجھے وہاں پہنچا
اٹھا کے خوانِ کرم سر پہ آسماں پہنچا

خاصانِ خدا مصیبت میں شاد ہوتے ہیں

نوٹ: بند نمبر ۱۴ اور ۱۵ کا مضمون صحیفۂ کاملہ کی پندرھویں دعا سے لیا ہے شاید اصل مضمون متقدس

بصیر صنعتِ پروردگار دیکھتے ہیں ہر ایک رنگ جہاں بار بار دیکھتے ہیں	گلوں کے پاس گلستاں میں خار دیکھتے ہیں خزاں میں بھی ترے شیدا بہار دیکھتے ہیں

بلا میں اہلِ ولا بامراد ہوتے ہیں
جو اہلِ دل ہیں مصیبت میں شاد ہوتے ہیں

مناجات

بدوں کا نام نہ ذکرِ ثقات باقی ہے فقط تری نظرِ التفات باقی ہے	نہ کائنات کی کچھ کائنات باقی ہے فنا ہے سب کے لئے تیری ذات باقی ہے

مثالِ شمع محبت کا داغ کھائے ہوئے
ترے چراغِ کرم سے ہوں لو لگائے ہوئے

نہاں کبھی تو کبھی آشکار کہتے ہیں مرے گناہوں کو بے شمار کہتے ہیں	تجھی سے حالِ دل امیدوار کہتے ہیں مگر تجھے سبھی تو آمرزگار کہتے ہیں

سقر میں جھونک دے مالک سزا یہ میری ہے
مگر گناہوں سے رحمت وسیع تیری ہے

گناہ گار میں تیرا ہوں تو مرا مالک بخیل سے نہیں میرا اٹھا ملا مالک	کسی دنی سے نہ پالا مجھے پڑا مالک ہزار شکر کہ تو ہے کریم یا مالک

پرکھنے والا کرم تیرا مشتری تو ہے
گہر ہیں اشک ندامت کے جوہری تو ہے

صفات میں ترے سنتا ہوں درگذر یارب
محمد عربی کا مطیع کر یارب
قصور بخش کے کر رحم کی نظر یارب
ولائے آل میں سب عمر ہو بسر یارب

یگانہ غیر کہیں سب نہ حال غیر ہوا
خدا کی شان ہے کیا خاتمہ بخیر ہوا

ترا ہی گھر دل ثابت ہے کر دے تو ہی دو نیم
یہ عشق اپنا مجھے بخش بہر ذبح عظیم
کہ نصف میں رہے امید ار نصف میں بیم
کہ خم رہے تری درگاہ میں سر تسلیم

قدم طریق وفا سے نہ عمر بھر کھینچوں
نہ دل سے آہ نہ تیری رضا سے سر کھینچوں

حسد کا آئنہ دل پہ کچھ غبار نہ ہو
سوا نجف کے الٰہی کہیں مزار نہ ہو
خیال غیر مجھے وقت احتضار نہ ہو
ابو تراب کا بندہ ہوں میں فشار نہ ہو

جسد کے پاس ہو ہمسایۂ امام میں روح
نجف میں جسم رہے وادی السلام میں روح

نہیں ہے مصلحت اس میں اگر تری یارب
حسین پیاسے کی بھولوں نہ تشنگی یارب
نجف نہیں نہ سہی کربلا سہی یارب
جو آئے نزع میں ہچکی کہوں یہی یارب

اُمّید پوری ہوئی کربلا کے زائر کی
حیاتِ خضر سے بہتر ہے موت جائز کی

لطفِ خدا

کچھ انتہا بھی ہے اس پرورش کی ربِ کریم
پیمبروں کو معین کیا پئے تعلیم

خود اپنی خلق پہ واجب کیا ہے لطفِ عمیم
کہ نا فریب بڑے آدمی کو دیوِ رجیم

صلائے لطف پئے خاص و عام کی تو نے
رسولؐ بھیج کے حجت تمام کی تو نے

کسی نبی کو خلافت کسی کو صفوت دی
کسی کو زہد کسی کو سوا قناعت دی

کسی کو حلم کسی کو حیا و خلّت دی
کسی کو صبر و توکل کسی کو طاقت دی

کسی کو محو کیا تو نے یاد میں اپنی
کسی نے عمر بسر کی جہاد میں اپنی

دیا کسی کو جمال اور کسی کو صبرِ جمیل
کسی کو ملک وہ بخشا نہیں ہے جس کا عدیل

کیا کسی کو کلیم اور کسی کو اپنا خلیل
کسی نے آبِ بقا پی کے پائی عمرِ طویل

کسی کا عجز یہ معبود نے پسند کیا
بلا کے چرخِ چہارم پہ سربلند کیا

مثال شعلہ سرکش معلم الملکوت — جھکا نہ سجدے میں سر رہ کے تھا رگیا مبہوت
غرور سے ہوا نقص عبودیت کا ثبوت — کہ ذوالجلال کا بھولا جلال و جبروت

حسد سے آگ بگولا تھا غیظ طاری تھا
شریر اصل پہ اپنی گیا کہ ناری تھا

ندائے حق تھی کہ کیوں تو نے سجدہ نہ کیا — جواب دیتا تھا سرکش کہ اس سے ہوں اعلا
بنا میں آگ سے آدم ہے خاک کا پتلا — جھکوں میں خاک پہ سجدہ کرے نہیں زیبا

قیاس اُس کا غلط تھا ضلال ظاہر تھا
نہ خاکساری کے رتبے سے خاک ماہر تھا

خرد سمجھتا تھا جس شے کو عقل کا دشمن — نہ تھی خرد کہ خرد خضر ہے وہ تھی رہزن
چراغ فتنہ و شر تھا وہ باغ میں روشن — مآل کار کو سمجھا نہ وہ دریدہ دہن

یہ خاک نام خدا خازن خزائن ہے
زمیں امین ہر اک شے کی آگ خائن ہے

سرکشی جو ہوئی ناپسند رب جلیل — نظر سے گر گیا ہم چشموں کی ہوا ذلیل
قیاس کام نہ آیا غلط تھی اُس کی دلیل — پڑھا یہ کہتا ہوا عدل ہے نظیر عدیل

نہیں ہے مستحق اصلا خدا کی رحمت کا
گلے میں ڈال دیا پڑھ کے طوق لعنت کا

الگ وہ ہو گیا نیکوں سے جو لعین تھا
عیاں تھا آدمی جو عین حق کا مقصد تھا

برائے سجدہ ملک کو جو حکم سرمد تھا
جبینِ آدمِ خاکی میں نورِ احمد تھا

شرف خدا کی حضوری میں جو حضور کو ہے
مباح سجدۂ تعظیم اُن کے نور کو ہے

نورِ محمدی کا مددگارِ انبیاء علیہم السلام رہنا

سوا خدا کے نہ تھا خاکسار دہر میں خاک
ہر ایک ذرہ کیا نورِ حق نے خاک سے پاک

ملک کو بخشی ہے عصمت بشر کو ادراک
یہ رہنمائے جہاں نورِ سیدِ لولاک

سب انبیاء کی مدد کی ہے عین مشکل میں
رہا چراغِ ہدایت ہر ایک محفل میں

جنابِ آدم و نوح و خلیل و اسمٰعیل
عزیر و یونس و ایوب و خضر و اسرائیل

کسی کی پشت میں پشتی پہ تھا کسی کا وکیل
تجلی یدِ بیضا کی اس سے تھی تکمیل

کلیم اسی کے سبب رودِ نیل سے گذرے
پیمبر راہ تھا جب رودِ نیل سے گذرے

شعیب و یوسف و اسحاق و یوشع و ہارون
سب ہی کے پیشِ نظر تھا یہ نور کا مضمون

اسی سے ہو گئے سلیماں عاشق و مفتون
کہے ہیں مدحِ محمد میں شعر موزوں

وہ دم بجود ہوا جس نے چمک دمک دیکھی
اسی کی طور پہ موسیٰ نے اک جھلک دیکھی

اگر یہ نور نہ ہوتا محیطِ چرخِ کبود
خلیل پہ ہوتی گلشن جو آتشِ نمرود

نہ کرتے جیسے داود یش آسماں پہ صعود
ہر ایک گل میں اسی نور کی تھی بود و نمود

ذبیح ذبح تھے ہر چند امر رب سے بچے
مگر یہ نور سپر تھا اسی سبب سے بچے

ہر اک زمانہ میں اس نور کی تھی جلوہ گری
تمام مرسلِ حق دے گئے تھے خوش خبری

حبیبِ حق کی محبت تھی سب کے علم میں بھی
کہ ہوں گے ختمِ رسل احمد کریم و جری

وہ عز و جاہ سے پہنچیں گے رب عرش تک
قیام ان کی رسالت کو ہے قیامت تک

نور محمدی کا اصلابِ طیبہ و ارحامِ طاہرہ میں ہے

جو بطنِ طاہرہ میں نور نے جگہ پائی
رہا کسی کی جبیں میں یہ حق کا شیدائی

تقدس اس کا بڑھا اور جمال کی زیبائی
اٹھائیں سجدہ میں [illegible]

بڑھا جمال و تقدس ملک خصالوں میں
یہ نور پھرتا رہا سجدہ کرنے والوں میں

نور محمد سے ملاحظہ ہو آیت تقلبک فی الساجدین اور اسکی تفسیر

پیشین گوئیاں

کئی پھرتے تھے گھر گھر حجاز کے کاہن
کہ اب جہاں میں آتا ہے خلق کا محسن

عدو تھے درپے تخریب منتظر مومن
شب اشتیاق میں کٹتی تھی انتظار میں دن

جہاں تھا منتظر اس طرح حق کے حامی کا
اب انتظار ہے جیسے امام مہدی کا

نجومیوں میں چرچے تھے سارے سارے دن
سعید راتیں آتی ہیں اور پیارے دن

نجوم صدقے کرے ماہ مہر وارے دن
وہ آفتاب کہ چمکیگا جو ہمارے دن

طلوع ہونے کو ہے مشرق رسالت سے
بھریگا عالم ایجاد کو عدالت سے

جبیں رگڑ چکے شاہوں کی بارگاہوں پہ
بتوں سے کہہ دو لپیٹے تمہاری آہوں پہ

نہ مہرباں ہوئے نجم اپنے خیر خواہوں پہ
بہت بھٹکتے ہیں تثلیث کے تراہوں پہ

سبھوں کو خواب پریشاں سے یہ جگادیگا
بس ایک جادۂ توحید پہ لگادیگا

منجم اپنا حساب و کتاب دیکھتے تھے
نبی کی راہ کرامت مآب دیکھتے تھے

ضیائے شمس نہ مہتاب دیکھتے تھے
جہاں آپ کو باعین خواب دیکھتے تھے

خدا کی مہر سے مسرورِ قلب ہوتے تھے
نصیب جاگتے تھے زندہ دل جو سوتے تھے

حضرت عبدالمطلب کا خواب دیکھنا

حضور کے جدِ امجد نے خواب میں دیکھا
کہ اک درخت اگا اُن کی پشت پر گویا
فلک پہ اُس کی ہے چوٹی بلند ہے ایسا
جہاں کو گھیر لیا اُس نے پھیل کر ہر جا

ضیائے قدرتِ حق کا ہوا ظہور اُس میں
سوا تھا مہر سے ہفتاد حصہ نور اُس میں

جہاں میں پھیلتا تھا دمبدم وہ نورِ عظیم
ہر ایک آن سوا ہوتا تھا درخت جسیم
بڑھی یہ منزلت و قدر و عزت و تکریم
کہ اک جہان نے کیا اُس کو سجدۂ تعظیم

نسیم ڈالیوں کو چل کے جب ہلاتی تھی
تو بار بار بہار اُس کی بڑھتی جاتی تھی

حسد سے چند گروہِ قریش نے مل کر
کیا ارادۂ فاسد کہ قطع ہو وہ شجر
جو بیلچے لئے باغی بڑھے بہ نیتِ شر
جواں عیاں ہوا اک خوش لباس خوش منظر

دلاوری سے کمریں سب شکستہ کیں اُن کی
نظر ملاتے ہی آنکھیں نکال لیں اُن کی

کہ شائستہ و بے پایاں تھے ان کے خصال
زمانے پر ہوا ظاہر کمال اُس کا کمال

اُسی جوان نے گرفتار انہیں کیا فی الحال
بچایا حضرت عین الکمال سے وہ نہال

جو دیکھا خواب یہ جدِّ نبی مرشد نے
خدا کے شکر کا سجدہ کیا خود جد نے

قریشیوں میں کوئی کاہنہ تھی خوش تقریر
اگر یہ خواب ہے سچا تو ہے عرب کے امیر

یہ خواب خوب سنا جب تو اُس نے دی تعبیر
تمہارے صلب سے ہوگا وہ طفل بے نظیر

کہ شرق و غرب پہ پھیلیگی سلطنت اُسکی
کرینگے اہلِ زمانہ متابعت اُس کی

وہ کاہنہ جو نہ اسرارِ حق سے تھی آگاہ
بتا سکی نہ یہ ہے ناصرِ رسول اللہ

نہ جز و خواب کی تعبیر کر سکی دل خواہ
کہ وہ جوان ہے علی لافتیٰ ہے اس پہ گواہ

وہ ذوالفقار کا مختار تیغ زن ہے علی
اکڑ قریش کی توڑے وہ صف شکن ہے علی

مقطع

مقامِ حمد ہے احمد کی آمد آمد ہے
جہاں میں رحمتِ سرمد کی آمد آمد ہے

پیغمبروں کے سر آمد کی آمد آمد ہے
شفیعِ خلق محمد کی آمد آمد ہے

ہزار تجلیاں قربان ایسے باراں پر
خدا کا نور برستا ہے کوہِ فاراں پر

خدا کے گھر کا در و سقف و بام روشن ہے
مثالِ شمس و قمر صبح و شام روشن ہے

حطیم و منبر و رکن و مقام روشن ہے
وہ نور ہے کہ زمانہ تمام روشن ہے

میانِ کون و مکاں ہر مکاں نور کا ہے
زمین نور کی ہے آسمان نور کا ہے

حدیثِ نور

حدیثِ نور ہے نورِ وجود نور کی تقسیم
دو نیم ہو گیا یہ نورِ واجب التعظیم

کہ بطنِ فاطمہ مخزومیہ میں ہو کے مقیم
اسی طرح سے جیسے دو نیم قلبِ سلیم

ہر ایک جزو تھا حق بیں و معرفت آگاہ
اُس ایک سے تھے ابوطالب ایک سے عبداللہ

جبینِ حضرت عبداللہ سے مجلّی تھا قمر
جدھر گزر ہوا ان کا بیابان و گذر

ضیا فشاں تھا سراپا وہ نورِ حق منظر
سلام دیتے تھے جھک کر ہو کے درخت و حجر

شہیدِ مہرِ اطاعت سرِ خدائی تھا
خدا کے نور میں کیا غیب کبریائی تھا

[illegible]

عیاں تھا کوکبِ اقبال و جاہ عبداللہ
جبینِ آمنہ میں آگیا وہ نورِ الٰہ
ہوا جب آمنہ بنتِ وہب سے اُن کا بیاہ
ہوا ہر اک قریشیہ کو صدمۂ جانکاہ

ہزاروں وادیِ شوق و لقا میں ہرزہ تھیں
حسد سے مر گئیں جو عورتیں وہ دو سو تھیں

خجل تھا ماہ بھی ماتھا وہ یوں دمکتا تھا
عدو کی آنکھ تھی خیرہ نہ دیکھ سکتا تھا
ستارہ آمنہ کے بخت کا چمکتا تھا
عجیب نور میں سطوت تھی دل دھڑکتا تھا

جو دیکھا قہر سے وہ بدخصال اعمیٰ تھا
نظر ملاتے ہی عین الکمال اسے تھا

مہک تھی نور میں گھر مثلِ باغ روشن تھا
جلال کا گُہرِ شب چراغ روشن تھا
بہ تابِ قمقمۂ گل کا ایاغ روشن تھا
دلِ آمنہ کا منور دماغ روشن تھا

خدا کی یاد میں دل صبح و شام رہتا تھا
زباں کو ذکرِ الٰہی سے کام رہتا تھا

حدیثِ ولادت حضرت آمنہ کی زبانی

بیاں ہے والدۂ خاتم الرسالت کا
عطش کے ساتھ تھا دل پُر وفورِ دہشت کا
کہ جب قریب زمانہ ہوا ولادت کا
کہ ایک طائرِ ابیض ریاضِ قدرت کا

پر اپنے کھولے محبت سے متصل آیا
وہ پاس آیا تو صبر اٹھکانے دل آیا

چمن میں نکہت گل بھی تھی بوئے الفت بھی
غم و ملال گیا دل سے اور وحشت بھی

پسند وضع بھی تھی اُس کی اور رنگت بھی
نظر پڑا مجھے پھر ایک جام شربت بھی

پیا تو پیاس بجھی دل کی اور سرور بڑھا
نظر اُٹھائی تو بہر نظارہ نور بڑھا

عجب سماں تھا عجب وقت تھا عجب ساعت
وہ حوریں نظر آئیں حسین و خوش طلعت

عجب مکاں تھا عجب منزلت عجب حشمت
کہ جن کے سرو کی صورت بلند تھے قامت

یقین دل کو ہوا اُسکلیں سب نور کی ہیں
یہ اُن کی بات سمجھی تو سمجھی دور کی ہیں

پھر ایک چادر و دیبا سفید سر تا سر
ندائے غیب یہ آئی تھی لو اسے جا کر

میانِ ارض و سما کھنچ گئی مثالِ نظر
زیادہ خلق سے عزت میں ہے جو نیک سیر

وقار و حرمت و تعظیم و احترام کرو
درود بھیجو ادب سے جھکو سلام کرو

ہوا میں اُڑتے ہوئے آہو بھی نظر آئے
حجاب اُٹھ گئے پست و بلند عالم کے

سبھوں کے ہاتھوں میں نورانی آفتابے تھے
تمام مشرق و مغرب زمیں کے دیکھے

نشان وہ دیکھا کہ ممکن نہیں نظیر اُس کا
کہ چھڑ تو لال کی تھی اور پھریرہ سبز اُس کا

نشان نصب ہوا بپشتِ کعبہ پناگاہ
کہ خیر خلق ہو کے خلق با جلالت و جاہ
علم تھی کلمہ کی انگلی بسوئے عرشِ الٰہ
نشانِ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

اشارہ تھا کہ خدا لاشریک و یکتا ہے
رفیع شان ہے اُس کی وہ ربِ اعلیٰ ہے

اُٹھو کہ اُتری ہے رحمت رحیم و رحمان کی
ضرور چاہیے تعظیم نورِ یزدان کی

بعد ولادت حضور صلعم جو حالات حضرت آمنہ خاتون نے دیکھے

یہ حال دیکھ رہی تھیں چشم حیراں سے
کہ ایک ابر سفید اترا جھوم گرداں سے
عجب پیار سے لپٹا مرے دل و جاں سے
صدا کسی کی سنی ان کو لے چلو یہاں سے

تمام مشرق و مغرب کے خشک و تر دیکھیں
حبیب کو دیکھ لیں سب ان کا کر و فر دیکھیں

عیاں ہوسا کہ زمانہ پران کی شوکت و جاہ
سنی ادھر تو یہ آواز اور ادھر ناگاہ
سبد کے نام سے واقف ہوں لغت سے آگاہ
نظر سے ہو گیا غائب وہ میرا غیرت ماہ

پھر ایک آن میں یہ لطف ذوالمنن دیکھا
سفید و سبز ردا میں وہ گلبدن دیکھا

سفید پارچہ کی وہ چمک وہ مکث وہ وقار
اور اس کے نیچے وہ ابریشمی لباس بہار
خجل تھا آب روان منفعل دُر شہوار
چمن بہشت ہو فصل بہار جس پہ نثار

ریاض دہر کی سر سبزیاں عیاں اس میں
بندھی تھیں تین دلآویز کنجیاں اس میں

ندائے غیب تھی یہ ہادی طریقت ہیں
یہ تینوں کنجیاں مفتاح قفل دولت ہیں
تمام خلق پہ اللہ کی یہ حجت ہیں
کلید منفعت و نصرت و نبوت ہیں

خدا کی دین ہے خلقت پہ ان کا قبضہ ہے
کہ نفع و نصر و نبوت پہ ان کا قبضہ ہے

ہوا خموش منادی پیام پہنچا کر
چھپا یا اس نے مجھ سے ماہتاب کو آ کر
اک اور ابر بڑھا دست شوق پھیلا کر
پھر آپ ہو گئے پنہاں جھلک سی دکھلا کر

فراق نور نظر میں سیاہ دنیا تھی
وہ پہلی غیبت صغریٰ تھی اور یہ کبریٰ تھی

نمبر ۶۰

سُنی کسی کی یہ آواز سامنے آ کے جاؤ
تمام مشرق و مغرب کے رازِ ان کو بتاؤ
جہاں کے راہنما کو ہر ایک سمت پھراؤ
جہاں میں جو نہیں پیدا ہوئے انہیں بھی دکھاؤ
بہت دنوں سے ہیں مشتاق سیر کی رُوحیں
کہ دیکھیں جن و بشر و حش و طیر کی رُوحیں

نمبر ۶۱

ابوالبشر کی صفا نوح کی بھی رِقّت دو
لسانِ صدقِ سماعیلِ پاک طینت دو
انہیں خلیلِ خدا کی تمام خُلّت دو
کمالِ یوسفِ صدّیق ذی وجاہت دو
خدا کی ہے نظرِ لطف بے نظیر یہ ہیں
انہیں بشارتِ یعقوب و بشیر یہ ہیں

نمبر ۶۲

بڑھاؤ عزّتِ محبوبِ ربِّ سُبحانی
خدا کریم ہے بخشش کی ہے فراوانی
عطا کرو انہیں داؤد کی خوش الحانی
کرم میں عیسٰیِ گردوں نشین کے ہوں ثانی
ہر ایک رتبۂ اعلٰے پر اِن کو پہنچا دو
یہ زاہدوں کے ہیں سرتاج زُہد سکھا دو

نمبر ۶۳

یہ مژدہ سُنتے ہی دل میرا باغ باغ ہوا
تجلّیِ یدِ بیضا جگر کا داغ ہوا
ہٹا وہ ابر معطّر دل و دماغ ہوا
نظر فروزِ مرالعل شب چراغ ہوا
کس آبرو سے ہرا گوہرِ یکتا تھا
سفید چادرِ ابریشمی میں لپٹا تھا

وہ پیاری پیاری نگاہیں وہ چشمِ حق منظر
ندائے غیب تھی قابض ہوئے ہیں دنیا پر
وہ دستِ پاک میں مضبوط گوشۂ چادر
اب ان کے قبضہ سے ہوگی نہ کوئی شے باہر

سیہ کریں کہ سفید اختیار ان کا ہے
عجب شکوہ عجب اقتدار ان کا ہے

یہ سن رہی تھی کہ تین آدمی نظر آئے
اس اقتدار پہ آثار عجز کے پائے
وہ رخ کہ مشرق مہرِ منیر شرمائے
کہ پاس آئے مؤدب سروں کو نہوڑائے

وہ گرد و پیش تھے یوں میرے ماہ سیما کے
کہ جیسے خادمِ دیرینہ آگے آقا کے

کوئی لئے ہوئے ناقہ اور آفتابۂ سیم
ہر ایک گوشہ میں جس کے تھا نصب دُرِّ یتیم
کسی کے پاس زمرد کا سبز طشتِ عظیم
سفید رنگ کا رومال اک لئے تھا مقیم

اور اس میں مہر جھلک میں جو مہرِ اعظم تھی
ضیا کا خاتمہ تھا جس پہ ایسی خاتم تھی

وہ طشتِ سبز تھا گویا کھلا ہوا گلزار
رکھا جو پاس مرے گلعذار کے آ کر
بہارِ باغِ بہشتِ بریں ہو جس پہ نثار
تو چھوٹ پڑنے سے گلزار تھے در و دیوار

کہا کسی نے بظاہر یہ طشت سا ہے
تصورات [illegible] قابض باغ دنیا ہے

خدا کی شان یکایک یہ مجھ کو آیا نظر
کہا کسی نے کہ قبضہ کیا ہے کعبہ پر
کہ بیچوں بیچ میں تھا طشت وہ بشکلِ قمر
اُس آفتاب سے نہلایا ایک نے بڑھ کر

سرِ یتیم پہ رکھ رکھ کے ہات غسل دیئے
شمار میں نے کیا پورے سات غسل دیئے

مُہرِ نبوت اور شاعرانہ مضامین

فراغ غسل و ولادت سے پا چکے جس دم
وہ نقش ہو گیا جو تھا نگیں میں زیرِ رقم
تو ایک شخص نے کی نصب پشت پر خاتم
پکارے وجد میں تُو وحی فداک لوح و قلم

نشان ہے شانوں کے مابین شانِ قدرت کا
بنے حبیب بھرا نقش حق نے اُلفت کا

یہ شاعرانہ مضامین ہیں باہنر سمجھیں
اسی میں خیر ہے ہو جائیں باخبر سمجھیں
اشارہ تھا کہ جو ذی فہم ہیں بشر سمجھیں
صنم پرست اسے نقش نے الحجر سمجھیں

کبھی نہ بھول کے نقش و نگار پر جائیں
جدھر ہو نقشِ قدم ان کا سب اُدھر جائیں

خدا نے تاجِ سر اُس کو بنایا عالم کا
اسی کے صدقہ میں مقصد بر آیا عالم کا
اس ایک پھول سے گلشن بسایا عالم کا
یہ نقش کھینچ کے نقشہ دکھایا عالم کا

تقدّم اس کو ہے سب پہ سب سے فضل ہے
نگار خانۂ قدرت کا نقشِ اوّل ہے

نمبر ۸۲

کلف ہے ماہ کا مجحوب - داغ لالے کا
چراغ اندھیری کا ہے - آفتاب اُجالے کا

یہ مُہر خاص نشان ہے بنانے والے کا
ورق اخیر رسالت کے ہے رسالے کا

یہ سمجھو پشت رسول خدا احترام پہ مُہر
یہ ہے کتاب نبوّت کے اختتام پہ مُہر

نمبر ۸۳

اگرچہ قوّت تخئیل کہہ رہی ہے کہ اور
مگر نہ طبع کو مطبوع ہوگا طول کا طور

وہ بات ہوتی ہے دلکش جو نظم ہو مع الفور
اُسی حدیث کا مضمون اب ہے قابل غور

جنابِ آمنہ دیتی ہیں یہ خبر باحق
بگوشِ ہوش سنو قول معتبر باقی

نمبر ۸۴

اُٹھائی پشت سے خاتم جو لیکے نامِ خدا
کچھ اُس نے دم کیا جس دم دہانِ پاک کھلا وا

لکھے وہ لفظ کہ جن کو نہ سمجھی میں اصلا
بس اتنا سمجھی کہ حفظ و امانِ حق میں دیا

مدینہ کردیا ایمان و علم کا دل کو
یقین و عقل و شجاعت سے بھر دیا دل کو

نمبر ۸۵

بری ہو شر سے سراپا کہ تم ہو خیر بشر
جناں محب کے لئے اور ہیں عدو کے سقر

پیک کے سایۂ شہپر کیا بسر شہپر
پروں میں اپنے لگڑی بھر رکھا تن اطہر

۹۴

زباں نہیں جو کروں شکر تیری نعمت کا
مٹایا نام و نشاں شرک و کفر و بدعت کا
ملیکا ذائقہ بندوں کو اب عبادت کا
بلند پایہ کیا میری قدر و عزت کا
مجھے ستوں نے بڑی شاد و فرحناک کیا
کہ خاک سے بطفیل حبیب پاک کیا

۹۵

عجیب زلزلہ کعبہ میں تھا عجیب حالات
خدا کے سجدہ میں سب ہیں یہ ہوتا تھا اثبات
زمیں پہ طاقوں سے اوندھے گرے تھے بت اور لات
وہ ابر چھایا ہوا طائروں کی وہ بہتات
یہیں کہا تھا کہ پیدا ہوئی کہ خواب میں تھیں
جہاں میں زلزلے آئے پیچ و تاب میں تھیں

۹۶

گیا قریب شبستانِ آمنہ جس آن
شمال سمت ہو پیدا علم تو لیے نشاں
صدا یہ ابر سے دی اس قدر ہو کیوں حیران
کہا یہ آمنہ سے ہیں لیے کیا یہ ہیں سامان
وہ نور کیا ہوا آنکھوں میں جو چمکتا تھا
دیا جواب کہ وہ میرا ماہ سیما تھا

۹۷

وہ نور ہوئے مجسم قمر ہوا پیدا
سرورِ دل ہوا لختِ جگر ہوا پیدا
خدا کا شکر ہرا سیم بر ہوا پیدا
خدا کی مہر سے نورِ نظر ہوا پیدا
ادھر یہ ابر وہ طائر ادھر جھگڑتے ہیں
یہ میرے لال کے طالب ہیں مجھ سے لڑتے ہیں

مثالِ دل ہوں میں سینے سے اپنے لپٹائے
یہ سن کے بس نبی اُدھر دستِ شوق پھیلائے
کوئی نہ حسرتِ جگر کو گزند پہنچائے
کہا نہ حسرتِ دیدار دل میں رہ جائے
مرے جگر کو مرے دل کے چین کو دیدو
لگاؤں آنکھوں میں نورِ عین کو دے دو

دکھاؤں کس کو دلِ داغدار کی صورت
یہ ہے قرارِ دلِ بے قرار کی صورت
غمِ فراق کھٹکتا ہے خار کی صورت
دکھا دو مجھ کو مرے گلعذار کی صورت
کہا عبث ہو مضطر اس کی رونمائی کے
یہاں پہنچے ہیں میاں تین دن جدائی کے

یہ سن کے دل کو مرے رنج بے حساب ہوا
اُدھر سے پھر وہی دیدار کا جواب ہوا
حسام کھینچ لی اس نے بیچ و تاب ہوا
ہزار حیف نہ مقصد میں کامیاب ہوا
غضب کا تند دلِ بے قرار میں پہنچا
قریب حجرہ اسی انتشار میں پہنچا

اک آدمی ہوا حجرہ سے جلوہ گر ناگاہ
ملائکہ کا ہے مجمع یہاں باذن اللہ
کہا کہاں کا ارادہ ہے کیا ہے اے ذی جاہ
وہ جالیں نہ زیارت تو کرنا خاطر خواہ
پھر اس کے بعد عجیب نور جلوہ گر دیکھا
مثالِ ماہ رخِ سید البشر دیکھا

نکلے ماہ جو موحد کے رہبر توحید | خدا سے پاک کی دادا نے کی ادا تحمید
کہ تو نے بخشا مجھے یہ صغیر سعد و سعید | تری اماں میں دیا اس کو اے حمید مجید

عیاں ہے شانِ سیادت ہر اک اشارے میں
یہ ہے صغیروں کا سردار گاہوارے میں

تاریخ و وقتِ ولادت

بقولِ عامہ جب آپ نے کیا جلوا | تھی ربیع نخستیں کی بارھویں[۱۲] الا
بقولِ خاصہ سترھویں[۱۷] تھی یہی ہے لکھا | مگر ہے قابلِ ترجیح قولِ آلِ عبا

مثل عرب کی ہے سب اہلِ عقل مانتے ہیں
کہ گھر کے حال کو خوب اہلبیت جانتے ہیں

خبر یہ دیتی ہے عترت نبیِ مرسل کی | جب آئی ہفتدہم شب ربیع اول کی
بہار ہو گئی جہاں عرب کے جنگل کی | دکھائی صبح کو نورِ الٰہ نے جھلکی

ادھر تو نجم سحر آسماں پہ چمکا
ستارہ آمنہ کے بخت کا ادھر چمکا

قریب صبح ہوئے سیدِ رسل پیدا | بہار جس سے جہاں ہے ہوا وہ گل پیدا
یہ شور رعد سے تھا صورتِ دہل پیدا | ہوئے بشیر و نذیر و شفیعِ کل پیدا

اب آئی عابدوں کے امتحان کی نوبت
کہ پانچ وقت بجیگی اذان کی نوبت

حضورؐ کا ناف بُریدہ اور مختون پیدا ہونا

نمبر ۱۰۱

مہک رہا تھا محل جسم میں وہ نکہت تھی
سحاب چتر فگن تھا کہ حق کی رحمت تھی
خجل ہوں شمس و قمر رخ میں ایسی طلعت تھی
بدن میں سایہ نہ تھا اس قدر لطافت تھی

عیاں حدیثِ ولادت سے ہے یہ مضمون بھی
حضورؐ ناف بریدہ تھے اور مختون بھی

کعبہ کے بتوں اور بت پرستوں میں انتشار

نمبر ۱۰۲

سحر کو جب ہوئے داخل میانِ بیتِ حرم
خدا کے سجدہ میں گویا ہیں صف بصف باہم
تو دیکھا سب نے کہ طاقوں سے گر پڑے ہیں صنم
جو بت پرست تھے اُن کے لبوں میں آگیا دم

کہ حشر کیوں ہے بتِ گنبدِ کہن پیدا
کہا کسی نے ہوئے شاہِ بت شکن پیدا

آتش کدہ عجم کا بجھ جانا

یہ نقشہ بگڑا تھا ہر کاہن و مہندس کا
عجم کا دیدۂ حیران تھا پھول نرگس کا
مٹا اُس کا دیکھنا تھا یہ رنگ رخ اس کا
اگر بجھ کے رہ گیا آتش کدہ بھی فارس کا

بجھانے برق کی چشمک تھی یا چھلاوہ تھا
جو دیکھا پھر کے نظر خشک تر ساوہ تھا

شرار بن کے اُڑا آگ سے سمندر بھی
اُداس پھرتے تھے محتاج بھی تونگر بھی
نکل آئی تھی پال بھی جلے پر بھی
تپے تھے آگ کے ستا ان کے دل بھی جگر بھی

یہ کہتا تھا کف افسوس اہرمن مل کے
کہ خاک ہو گئے آتش پرست جل جل کے

سمجھ لو ہو چکی تلوار اب صفاہاں کی
کریں گے لوگ پرستش بس ایک یزداں کی
تمام ہو گئی تیزی تمام ایران کی
نہ پھر رہی وہ پیسنگی نہ یہ ادا بانکی

صدا غیب کی تھی کہ اب سب خاکستر
برائے [illegible] ہوا گستر

رواق کسریٰ کے چودہ کنگروں کا گرنا

موحدوں کو خوشی تھی کہ دل شکستوں کو
خود اپنی جان کے لالے پڑے تھے مستوں کو
[illegible] بیٹھے تھے شعلہ پرستوں کو
گرا رہا تھا خدا یاد خود پرستوں کو

تمام ہل گئے آثارِ طاق کسریٰ کے
گرے جو کنگرے چودہ رواق کسریٰ کے

نمبر ۱۰۶

یہ چودہ کنگرے گرتے تھے سب کو سمجھا کے
یہ ہیں پیمبرِ غازی خدا سے بتلا کے
گنو کر پورے ہی چودہ عدد ہیں طہٰ کے
جہاں کو چھوڑ ینگے کلمہ خدا کا پڑھوا کے

خدا کے نور ہیں چودہ یہ سب افضل ہیں
جبھی تو چاردہ معصوم ہیں یہ اوّل ہیں

سپاہِ ابرہہ کا کعبہ پر چڑھائی کرنا

نمبر ۱۰۷

چڑھائی کعبہ پہ اصحابِ فیل کی ہوئی جب
سپاہِ ابرہہ پر آگیا خدا کا غضب
تو بطنِ والدہ میں تھے رسولِ پاک نسب
شکارِ طیرِ ابابیل غرق ہو گئے سب

غضب کے بعد ہوا جوشش تازہ رحمت کو
خدا نے بھیج دیا خاتم الرّسالت کو

زمانۂ ولادت عہدِ حکومت نوشیروانِ عادل

نمبر ۱۰۸

جو منتظر تھے اُسی عہد کو سمجھ لیں وہ دن
مثال آپ تھا جو صاحبِ ظاہر و باطن
تو خلق میں ہوا اخلوق خلق کا محسن
نمونہ عدل خدا کے۔ عدیل نا ممکن

یہ اتفاق نہیں فضل ہے یہ مُفضِل کا
کہ وہ زمانہ تھا نوشیروانِ عادل کا

یتیمی

بلا بھی اُن کی سوا ہے ولا ہے جن کی سوا
وطن سے دور۔ مدینہ میں کی ہے پردے قضا

یتیم ہو گئے مادر کے بطن میں مولا
بلاکشی تھی سرشتِ حضور میں گویا

حلیم روزِ ازل سے حلیم ہوتا ہے
دُرِ یتیم صدف میں یتیم ہوتا ہے

اِدھر حضور کے جد کو تھا صدمۂ جانکاہ
اُدھر حضور کی مادر کا حال غم سے تباہ

نظر میں پھرتی تھی ہر وقت شکلِ عبد اللہ
خیال آتا تھا رہ رہ کے دل میں وا اسفاہ

کہا سے عالمِ غربت میں کی قضا تم نے
نہ دیکھا چاند سا منہ اپنے چاند کا تم نے

عجب گھڑی سے گئے پھر نہ شکل دکھلائی
وہ بیکسی وہ غریبی وہ یاس و تنہائی

قضا مدینۂ یثرب کی آپ کو بھائی
نہ پاس کوئی یگانہ نہ اپنا شیدائی

نہ آئے کیوں مجھے رہ رہ کے بار بار افسوس
جوانہ مرگ غریب الوطن ہزار افسوس

ذبیح ثانی حضرت عبداللہ کے عالمِ غربت سے جنابِ امام حسینؑ کی غربت کا مقابلہ

یہ حال نظم کیا جب ذبیح ثانی کا
خیال آیا مجھے فاطمہؑ کے جانی کا
وہ دشتِ غربت و کربت وہ قحط پانی کا
سلوک نزع میں وہ شمر و شبث و ہانی کا

کبھی اخی کبھی اصغر کا نام لیتے تھے
اور اپنے بازوئے زخمی کو تھام لیتے تھے

اشارہ تھا کہ میں پیاسا بھی ہوں نڈھال بھی ہوں
شکستہ بال بھی ہوں اور شکستہ حال بھی ہوں
علی کی جان بھی زہرا کا نونہال بھی ہوں
شہید راہِ خدا بھی نبی کا لال بھی ہوں

دریغ کرتے ہو پانی نبی کے جانی سے
فرات گھٹ تو نہ جائیگا گھونٹ پانی سے

بتاؤ قبر میں جائیگی ساتھ دولت بھی
نہیں سمجھتے ہمیں تم نبی کی عترت بھی
بشر کو خلق بھی لازم ہے آدمیت بھی
نہیں ہے تم میں تو ایمان کیا مروت بھی

قریب نہر شریعت کو کیوں ڈبوتے ہو
ارے عرب کی حمیت بھی آج کھوتے ہو

ذبیح ثانی اس موقع پر حضرت عبداللہ [illegible] ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ میں دو ذبیحوں کا
[illegible]

مسدس ۱۱۵

یہ صبر و ضبط ذبیح و خلیل کا نہیں کام
بلا و صدمہ و رنج و غم و ہم و آلام
نبی پہ سب کا ہے آغاز آل پر انجام
فدائے حوصلہ و ہمت رسول انام
یتیمی آہ اور اس پر یہ غم نیا افسوس
کہ شیر آمنہ کا خشک ہو گیا افسوس

رضاعت حلیمہ

مسدس ۱۱۶

حلیمہ قوم بنی سعد میں تھی اک دائی
وہ کہتی تھی کہ چلی گھر سے جب میں دکھیائی
تو جنگلوں میں اداسی تھی قحط کی چھائی
نہ سبز تھی کوئی شے غیر چرخ مینائی
پہاڑ ہو گیا رستہ وہ کاٹا مر مر کے
خدا کا گھر نظر آیا خدا خدا کر کے

مسدس ۱۱۸

سنا کسی کی زبانی یہ شہر میں جا کے
کہ اور عورتیں ہم پیشہ پیشتر آ کے
کمال شاد گئیں شیر خواروں کو پا کے
بس اک یتیم ہے گھر میں رئیس بطحا کے
در حضور پہ آئی در مراد ملا
جو دل کو دیکھا تو سینہ میں شاد شاد ملا

مسدس ۱۱۹

لیا جو گود میں بخت اپنا اوج پر دیکھا
مری طرف جو تبسم سے اس نے اک نظر دیکھا
تو میں نے نور خدا اس میں جلوہ گر دیکھا
نظیر حسن کا نہ دیکھا سنا وہ قمر دیکھا

نہ چھوڑی راستی رُو سے رہنمائے ایماں سے
ہمیشہ دودھ پیا میری داہنی پستاں سے

کبھی جانب جیب دیکھا چشمِ رغبت سے
یہ حال میرے پسر کا بھی تھا محبت سے

ہمیشہ کام لیا آپ نے عدالت سے
کبھی اُس نے پیا دودھ پہلے حضرت سے

یہ عشق و اُنس تھا گویا کہ دیکھے جیتا تھا
وہ بعد آپ کے پستان چپ کے پیتا تھا

حضور پی چکے جب دودھ خوب جی بھر کے
پھری میں گھر کو پھر دن مقدر کے

سلام آپ کے دادا کو باادب کر کے
ہزار جان سے قربان ربِ اکبر کے

گئی جو سامنے کعبہ کے تین سجدے کئے
زیادہ ہو گیا دل کا یقین سجدے کئے

کہا پکار کے شکر خدائے لم یزلی
ضعیف ہو گیا خود ضعفِ عشق کو آئی غشی

درم نے چوم کے قدموں کو راہ لی اپنی
مرض کا بس نہیں چلتا جب اُس کی ہو مرضی

سبب یہ ہے کہ شہِ انبیا ہیں گودی میں
خدا کا شکر حبیبِ خدا ہیں گودی میں

تعجب آتا تھا لوگوں کو میری صحت پر
پھر ایک غار کے نزدیک پہنچی میں جا کر

مرے کلام یہ ہوتے تھے اور کبھی ششدر
بشر عیاں ہوا اک خوش جمال و خوش منظر

نظر نہ ٹھہرتی تھی یہ وفورِ نور کا تھا
کہ اُس کے سر سے فلک تک ظہورِ نور کا تھا

کمالِ عجز و ادب سے وہ آیا پیشِ حضورؐ
بحکمِ حق ہوں حفاظت پہ آپ کی مامور
پس از سلام یہ کی عرض اے شہِ جمہور
یہ کہہ کے ساتھ ہوا میرے وہ سراپا نور

جلو میں آہوئے کعبہ کی اک قطار چلی
عجب شکوہ سے میں راہِ کوہسار چلی

یہ مجھ سے کہتے تھے آہو وہ از رہِ اعجاز
میانِ راہ جب آیا کوئی نشیب و فراز
کہ تیرے بر میں ہیں سلطانِ طاہر و ممتاز
تو صاف آتی سلامٌ علیک کی آواز

کوئی گزند نہ مابینِ رہ گذر پہنچی
بخیر و عافیت آخر میں اپنے گھر پہنچی

بڑھی حضورؐ کی خدمت سے دمبدم عظمت
پسندِ دل تھی سعادت نشاں کی ہر عادت
خدا نے دی مرے مال و متاع میں برکت
بس ایک مرتبہ دن بھر میں ہوتی تھی حاجت

لباس میں نہ کثافت کا اشتباہ ہوا
حیا یہ تھی نہ کبھی کشفِ سترگاہ ہوا

حضورؐ کا پسرانِ حلیمہ کے ساتھ جانا

نمبر ۱۲۷

بشر مجھے نظر آتا تھا اک حسین و جمیل
ہوئے جو پانچ برس کے حبیبِ ربِّ جلیل
لباس پاک وہ کرتا تھا آپ کا تبدیل
نکالی گھر سے نکلنے کی ایک دن یہ سبیل

کیا سوال کہاں بھائی روز جاتے ہیں
جواب میں نے دیا تو بکریاں چراتے ہیں

نمبر ۱۲۸

کہا بس اتنا کہ آج اُن کے ساتھ جائینگے ہم
چلے حضور بڑھا چتر لے کے ابرِ کرم
عمامہ سر پہ رکھا باندھ لی کمر محکم
جھکائے گردنِ تعظیم آگے آگے غنم

رضاعی بھائیوں میں وہ حبیبِ یکتا تھا
عجیب قافلہ تھا اور غریب یوسف تھا

نمبر ۱۲۹

اوپر جاتے تھے ہمراہ وہ سعادت مند
میانِ راہ نظر آئے ساتھیوں سے بلند
میانہ قد تھے شہنشاہِ دوجہاں ہر چند
وحیدِ عصر کو خلوت جو تھی ازل سے پسند

خدا سے تخلیہ میں کہنے دل کا راز گئے
فرازِ کوہ پہ سلطان سرفراز گئے

نمبر ۱۳۰

جو قدسیوں نے اکیلا حضور کو پایا
بدن میں مثل کہاں نام کو نہ تھا سایا
دُرِ یتیم کو لاکھ آبرو سے نہلایا
رسولِ طیب و طاہر کا بڑھ گیا پایا

خدا کے حکم سے فی الفور پاک صاف ہوئے
حضور پاک تو تھے اور پاک صاف ہوئے

خبر حلیمہ کو دی اک پسر نے یہ ناگاہ — میانِ دشت ہوئے گم یتیم عبد اللہ
یہ سن کے گھر سے وہ نکلیں مگر تھا حال تباہ — رواں تھے آنکھوں سے آنسو لبوں پہ نالہ و آہ
پکارتی تھیں کہاں ہو کدھر گئے بیٹا
تباہ پالنے والی کو کر گئے بیٹا

قرارِ دل کو نہیں دل رُبا نہیں ملتا — حواس گم ہیں وہ یوسف لقا نہیں ملتا
ارے کہیں کبھی مرا لاڈلا نہیں ملتا — پہاڑ ہو گیا رستہ پتا نہیں ملتا
وہ روتی جاتی تھیں یوں فرقتِ پیمبر میں
کہ جیسے زینبِ کبریٰ فراقِ اکبر میں

پسینہ ماتھے کا یہ کر جو پاؤں تک آیا — جبل کی چوٹی پہ سرتاجِ خلق کو پایا
جبیں پہ بوسہ دیا اور گلے سے لپٹایا — جو حال پوچھا تو آقا نے قصہ دہرایا
وہ بولیں دل سے تو میں واری کچھ ہراس نہیں
کہا خدا ہے مرے ساتھ خوف پاس نہیں

جو اس پہاڑ کی چوٹی پہ جائے سرور تھی — ہوا کے جھونکوں میں خوشبوئے مشکِ اذفر تھی
کہ حور کھولے ہوئے گیسوئے معنبر تھی — محیط تا بفلک ضیائے روئے انور تھی
خدا کے نور کا روشن چراغ فرش پہ تھا
زمینِ کوہ کا گویا دماغ عرش پہ تھا

نمبر ۱۴۵

حضور آئے حلیمہ کے ساتھ جب گھر پر — بہت سے لوگ ہوئے جمع یہ خبر سن کر
جو کوئی کہتا شیاطین کا ہوا ہے اثر — جواب دیتے تھے مولا تمہیں نہیں ہے خبر
خلافِ عقل یہ باتیں ہیں دل پسند نہیں
کوئی ہراس و غم و صدمہ و گزند نہیں

نمبر ۱۴۶

جو ان میں کاہنِ کامل تھے اُن کی تھی گفتار — عیاں کو حاجتِ شرح و بیاں نہیں زنہار
مثالِ شمس نظر آرہے ہیں یہ آثار — ذلیل ہونگے سلاطینِ زبردست آزار
مٹیگا نام و نشاں کفر و جاہلیت کا
پڑیگا غلغلہ ہر قوم میں قیامت کا

نمبر ۱۴۷

اگرچہ دیر ابھی تھی زمانِ بعثت میں — مگر یہ جوش تھا مشتاقوں کی طبیعت میں
کہ ذکر رہتا تھا ان کا ہر ایک صحبت میں — حلیمہ دائی تھیں مشغول اُدھر رضاعت میں
کمال نشو و نما کبریا کے نور میں تھا
کسی بشر میں کہاں وہ جو حضور میں تھا

مختصر سراپا حضورؐ

نمبر ۱۴۸

قوے قوی۔ تنِ اطہر سڈول۔ چہرہ بحال — یہ اعتدال طبیعت تھا عین عدل پہ دال
کُل انبیا کے فضائل سب اتقیا کے خصال — ثبات و صبر و شجاعت میں آپ اپنی مثال

نہ پھیرا منہ کبھی میدان سے شیر دل ایسے
ڈگے نہ پاؤں رہِ حق سے مستقل ایسے

حضورؐ کے ایک مرتبہ کے گم ہونے کی خبر سن کر حضرت عبدالمطلب کا جانا اور حضور صلعم کو ہمراہ مکہ معظمہ میں لانا

ابھی حلیمہ کے گھر میں تھے سرورِ اطہر
محمدِ عربی گم ہوئے یہ سچ ہے خبر

کہ ایک پیر نے کعبہ میں دی ندا آکر
پئے تلاش چلیں عبدِ مطلب ہیں کدھر

یہ سن کے جوش بپا تھا زنانِ ہاشم میں
عجیب تھا کہ تھا خاندانِ ہاشم میں

ہر اک زبان پہ تھا یوسفِ عرب ہوا گم
پکارتی تھی یہ ماں ہم لٹا کدھر گئے ہم

وہ شور تھا کہ تلاطم میں جس طرح قلزم
اٹھے ہے حشر بپا تھا ابھی تو سالِ ہشتم

دعا یہ کی کہ اے راحت رسان بیکس مجھ کو
جمال اپنا دکھا ماہِ مستتر مجھ کو

کمر پکڑ کے اٹھے والدِ ابو طالب　　تڑپ سی تھی دل میں غم و غصہ طبع پر غالب

کہ جیسے روح نکلنے سے مضطرب قالب　　پکارے آؤ بنی ہاشم و بنی غالب

بغیر وصلِ دلآرام دل کو چین نہیں
جہاں سیاہ ہے آنکھوں میں نورِ عین نہیں

بہ ربِّ کعبہ اگر میں نہ اس کو پاؤں گا　　ثوابِ صحیح سلامت نہ گھر میں آؤں گا

بیانِ دشت و جبل نہرِ خون بہاؤں گا　　مخالفوں کو مزہ ظلم کا چکھاؤں گا

عرب بچیں نہ رہیں کارزارِ اعرابی
قریش قتل ہوں سو اور ہزار اعرابی

یہ کہہ کے جب نفسِ سرد آپ بھرتے تھے　　جو اہلِ دل تھے وہ دلجوئی ان کی کرتے تھے

یہ قاعدہ تھا جو فرمانے کر گزرتے تھے　　کمال آپ کے غصہ سے لوگ ڈرتے تھے

نمونہ حشر کا تھا خوف رحیم کا غصہ
خدا کا قہر و غضب تھا حلیم کا غصہ

جو لو لگی تھی موحد کی ربِّ یکتا سے　　یہ عرض کرتے تھے کعبہ کے گرد پھر پھر کے

نجات غم سے دے اے میرے پالنے والے　　سوارِ دوش مرا جلد تر گلے سے ملے

تری جناب سے امیدِ دستگیری ہے
وہ مجھ ضعیف کا یا رب عصائے پیری ہے

قریش سینے سے دلبندوں کو ہیں لپٹائے — ہنسی خوشی ہیں گھروں میں تمام ہمسائے
تو نہیں مرا ابھی جگر بند مجھ سے مل جائے — وہ ہاتھ تھام لے دِل کی مُراد بر آئے

صدا کے ہاتفِ غیب آئی کیوں پریشاں ہے
تلف نہ ہوگا محمدؐ - خدا نگہباں ہے

صدا یہ سن کے ہوا باغ باغ قلبِ ملول — پتہ جو پوچھا ہوا پھر جواب صاف حصول
کہ جاؤ دشت میں اس سمت ہے دعا مقبول — درخت خارِ مغیلاں کے سایہ میں ہے وہ پھول

یہ سن کے جان میں جان آگئی ملال گیا
جو دل میں آیا تھا اندیشہ و خیال گیا

درِ حرم پہ سبھی سارے جان نثار ہوئے — بسانِ سلکِ گہر جمع رشتہ وار ہوئے
خدا کا نام لیا گھوڑوں پہ سوار ہوئے — روانہ منزلِ مقصد کو راہوار ہوئے

جہاں حضورؐ تھے سب رہ نورد آ پہنچے
کہ جیسے ٹھیک نشانے پہ تیر جا پہنچے

یہ کہتے ہیں بن مسعود ذی شعور و عقیل — کہ یوں ہمیں نظر آئے حبیبِ ربِ جلیل
حضورؐ بیچ میں دو سمت دو جوانِ جمیل — وہ دونوں شخص تھے جبریلؑ اور میکائیلؑ

خدا کے ظلِ حمایت میں نورِ داور تھا
درخت خارِ مغیلاں کا چتر سر پر تھا

نمبر ۱۴۹

پھل اُس کے مثلِ رطب کھا رہے تھے آپ اُس آن
وہ نشان دیکھی جس شان کا تھا سان گماں
ہمارے جانے ہی رخصت ہوئے وہ دونوں جواں
عجب فضا کی جگہ تھی عجیب تھا ساماں

نسیم دل سے ہوا خواہ تھی ببولوں کی
بہار دیکھنی تھی زرد زرد پھولوں کی

نمبر ۱۵۰

جو پوچھا نام و نسب بولے سید ذی جاہ
رئیس اعظم مکہ ہیں جدِ حق آگاہ
محمد ابن ذبیح اللہ عرف عبد اللہ
وہ عبد مطلب اہل حرم کی پشت و پناہ

یہ سن کے آپ کے دادا نے خوب پیار کیا
لگایا سینے سے اور پشت پر سوار کیا

نمبر ۱۵۱

وہ ننھے ہات حمائل گلے میں دادا کے
اسی طریق سے پہنچے جو کعبہ تک آ کے
وہ غول ساتھ رفیقانِ راہ پیما کے
ہوا یہ غل کہ پھرے دن رئیس بطحا کے

اُتار پشت سے گرد و غبار صاف کیا
نبی کے ساتھ موحد نے بھی طواف کیا

نمبر ۱۵۲

طوافِ کعبہ سے فارغ ہوئے جو قبلۂ دیں
بہت سی عورتیں پاس آمنہ کے بیٹھی تھیں
حرم سرا میں اکیلے گئے بصد تمکیں
کسی طرف نہ ہوئے ملتفتِ رسولِ امیں

کیا سلام جو مادر کو شاہِ ذیشاں نے
بلائیں لے کے گلے سے لگا لیا ماں نے

نمبر ۱۵۳

خدا کا شکر کیا پھر جھکا کے سر روئیں
خجل تھا ابرِ بہاری بھی اس قدر روئیں

گُلِ اُمید کی خوشبو کو سونگھ کر روئیں
جو پاس بیبیاں تھیں سب کی چشمِ تر روئیں

کہا نسیم نے غنچے دلوں کے کھلتے ہیں
یہ آج بچھڑے ہُوئے مدتوں کے ملتے ہیں

حضرت آمنہ کا انتقال اور حضور کا ملال

نمبر ۱۵۴

مآل کتنا یہ وجہِ کُربِ رِقّت ہے
یہ داغ بہرِ دلِ دلربا قیامت ہے

جنابِ آمنہ کی عنقریب رِحلت ہے
بَلا کا صدمۂ جانکاہ دردِ فرقت ہے

یہی ہُوا کہ نہ پُورا چھٹا یہ سال ہُوا
جنابِ آمنہ کا ہائے انتقال ہُوا

نمبر ۱۵۵

جو ماں کی مہر و محبت کا سر سے اُٹھ گیا ہات
پدر کے بعد جو خیر پائی والدہ نے وفات

اندھیرا چھا گیا آنکھوں میں دن کی ہو گئی رات
وہ آشفتہ ہُوا گویا گُلابِ صبر و ثبات

دُھواں جو اُٹھتا تھا رہ رہ کے قلبِ بریاں سے
گلاب بن کے ٹپکتا تھا چشمِ گریاں سے

نمبر ۱۵۶

ثبات و صبر سے رُتبہ نبی کا اعلیٰ ہے
کتابِ حق میں بھی اس واقعہ کا ایما ہے

خدا نے تمغۂ اعزاز و اوج بخشا ہے
اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا ہے اور فَاٰوٰی ہے

خدا نے دولتِ صبر آمنہ کے ماہ کو دی
پناہ دامنِ رحمت میں دین پناہ کو دی

نکلا لال تبھی سے زرد تھی رنگت
فضول باتوں سے نفرت سکوت کی عادت

ہزار والدہ پر جا کے روتے تھے حضرت
بدی سے دور تھے کافر سے جس طرح رحمت

نمبر ۱۵۶

ہر ایک شے میں تصور خدا کی صنعت کا
ہمیشہ خلوت و جلوت میں فکر وحدت کا

زیادہ ماں سے جو مانوس ہو گئے تھے حضورؐ
عجیب صدمہ سے تھی شکل سید جمہور

نظر میں پھرتی تھی ہر دم وہ صورت پر نور
لبالب آنسوؤں سے آنکھیں غم سے دل معمور

نمبر ۱۵۷

شریکِ درد و الم شہ کی آب و گل میں تھا
جبیں پہ گرد یتیمی تھی درد دل میں تھا

حضرت فاطمہ بنت اسد اور حضرت عبدالمطلب کا حضور صلعم کی پرورش فرمانا

محبتیں جو بہت ماں کی یاد آتی تھیں
گلے سے فاطمہ بنت اسد لگاتی تھیں

تو آنکھیں جوش میں خوناب دل بہاتی تھیں
دلاسا دے کے طعام آپ کھلاتی تھیں

نمبر ۱۵۸

محبتوں نے دکھایا تھا یہ اثر اپنا
حضورؐ کہتے تھے ماں اُن کو وہ پسر اپنا

حضورؐ پہ تھی عجب رحمتِ خدائے صمد
جو باہر آتے بناتے گلے کا ہار انہیں جد
محل میں رہتی تھیں سروانہ رُخ کی بنتِ اسد
جدارِ کعبہ کے سایہ میں اُن کی تھی مسند

ادب یہ رکھتا تھا ملحوظ ہر بشر اُن کا
نہ بیٹھ سکتا تھا اُس پہ کوئی پسر اُن کا

مگر حضورؐ کی خاطر عزیز تھی ایسی
ہٹانا چاہتا تھا اُس مقام سے جو کوئی
کہ بیٹھتے تھے وہیں۔ تھا پسند فرش وہی
تو اُس سے کہتے تھے فرزند ہاشم قرشی

رفیع شان ہے ایسی مرے محمدؐ کی
کہ دم قدم سے اسی کے ہے زیبِ مسند کی

رہے گی زندہ تو دیکھو گے اِس کا عزّ و وقار
محب بنائیں گے اِس گل کو طرۂ دستار
مطیع ہو گے تم اِس کے۔ تمہارا یہ سردار
ذلیل و خوار عدو اس کے ہوں گے صورتِ خار

یہ پیشوا بھی ہے تم سب کا بادشاہ بھی ہے
جہاں پناہ بھی ہے اور دیں پناہ بھی ہے

یہ کہہ کے جوشِ مسرت سے مسکراتے تھے
جبیں کو چومتے تھے سینہ سے لگاتے تھے
شگفتہ ہوتے تھے پھولے نہیں سماتے تھے
عجیب لطف سے آغوش میں بٹھاتے تھے

میانِ رحل دوزانو وہ مصحف لب تھا
خدا کا نور جو راکب تھا نور مرکب تھا

نمبر ۱۶۴

خوشی سے اُن کی خوشی رنج سے تھا دل رنجور
فراقِ نورِ نظر ایک پل نہ تھا منظور

گلے کے ہار تھے آنکھوں کے تارے دل کے سرور
وہ حق کے نور مجسم تھے یہ محافظِ نور

نہ کیوں وہ عاشقِ ربِ خبیر کا ذخیرہ ہو
حرم میں جس کی حکومت نبی نبیرہ ہو

نمبر ۱۶۵

جو اٹھتے خواب سے نورِ نظر کو دیکھتے تھے
نہ آشنا کو نہ شمس و قمر کو دیکھتے تھے

جمالِ حضرتِ خیر البشر کو دیکھتے تھے
مُنہ اپنے آئینہ رُو کا سحر کو دیکھتے تھے

سوا زبور سے رکھتا تھا آبرو چہرہ
کتابِ رحمتِ حق تھا کتاب رُو چہرہ

حضرت عبد المطلب کے بڑھاپے کی تصویر

نمبر ۱۶۶

یونہی تھے عاشقِ پروانہ جدِ نیک خصال
گھٹی توان تو بڑھا ضعفِ قلب و اضمحلال

کہ گذرے عمرِ مبارک کو ایک سو دو سال
ہر ایک شے کو فنا ہر کمال کو ہے زوال

نہ دیکھا جاتے ہوئے شباب پھر کے
جواب دانتوں نے دندان شکن دیا گر کے

مسدس ۱۷۱

گھٹی بصارتِ چشم اور دل کا بڑھ گیا نور
کمر جھکی کہ ہے اب جستجوئے قبر ضرور
کفن کی فکر ہوئی بال ہو گئے کافور
روانہ ہی پہ ہے دنیائے دوں سے ہو مغرور

حباب وار بقا بحر کائنات نہیں
اشارہ سر جنباں تھا کچھ ثبات نہیں

مسدس ۱۷۲

بدن میں غش ہے صدمے سے مضطرب دل ہے
اندھیری رات ہے اور کالے کوسوں منزل ہے
شدید مرحلہ ہے نہ زادِ سفر یہ مشکل ہے
پھنسا جال میں دنیا کے جو وہ غافل ہے

کبھی تمام نہ ہو حرص کا وہ کھٹکا ہے
اُٹھاؤ دل کو کبھی بستر کو کبھی لٹکا ہے

حضرت عبدالمطلب کا اپنے بیٹوں کو جمع کرکے حضور صلعم کے باب میں وصیت فرمانا اور بعد قیل و قال حضرت ابوطالب کے سپرد فرمانا

مسدس ۱۷۳

خبر جو ضعف و نقاہت نے پائی رحلت کی
کھڑی ہے سر پہ گھڑی افتراق و فرقت کی
تو اپنے بیٹوں کو یوں آپ نے وصیت کی
مجھے ہے فکر محمد کے رنج و حسرت کی

پناہ دو ماں اسے وہ شریک حال ہو
ریاضِ دہر میں پھولو پھلو نہال ہو

بند ۱۶۰

ابولہب نے کی یہ عرض اے شہِ ذی شان
دیا جواب کہ باتیں بناتا ہے ناداں
رہونگا ان کا نہ اک آن میں خبرگیران
مرا بھتیجا تو امیدِ نسبت شمر ستان

خطر ہے طبعِ ضلالت پسند سے تیری
اسے بچائے خدا ہر گزند سے تیری

بند ۱۶۱

ادب سے عرض کی عباس نے کہ یا حضرت
کہا مزاج میں تیرے غضب کی ہے شدت
یہ خادم آپ کا موجود ہے پئے خدمت
کوئی یتیم کو پہنچے نہ صدمہ و آفت

ذرا تو جو ہوا برعکس اس سے مشکل ہے
یہ آئینہ نہیں پیارے یتیم کا دل ہے

بند ۱۶۲

اٹھے یہ سن کے ابوطالب نجابت لقب
مرے سپرد یہ خدمت ہو اے پناہِ عرب
اٹھا کے دستِ طلب عرض کی بعجز و ادب
یہی ہے عرض یہی التجا یہی مطلب

ہزار جان سے میں جاں نثار ان کا ہوں
غلام آپ کا خدمت گزار ان کا ہوں

بند ۱۶۳

یہ سن کے روح ہوئی شادماں ہوا رخ بشاش
ترے سخن سے مٹا قلب کا خدشہ و خراش
کہا کہ اے مرے عمران آفریں شاباش
کھلا ہوا گلِ صد برگ ہے دلِ صد باش

تجھے حوالۂ ربّ کریم کرتا ہوں
ترے سپرد یہ دُرِّ یتیم کرتا ہوں

کیا اشارہ نبیرہ سے پھر کہ اے مہ ماہ
چچا کی کرنا اطاعت یہی ہیں پشت پناہ
کہا نبی نے نہ کچھ فکر کیجئے یا شاہ
خدا مجھے نہیں کرنے کا رائیگان و تباہ

۱۶۸م

ابھی مجھے یہ ہیں عمّو بھی باپ بھی ماں بھی
وہ میرا خالق و رازق بھی ہے نگہبان بھی

جو انبیا کے تبرک تھے اُن کے پاس تمام
گئے سپرد ابوطالبِ بلند مقام
کہا ابن ہو تم بس تمہارا ہے یہی کام
جو ہوشیار ہو میرا احمدؐ گلفام

۱۶۵م

سپرد اس کے یہ میراثِ انبیا کرنا
شریک اس کے ہر اک حال میں رہا کرنا

حضرت ابوطالب کا پرورش فرمانا اور پھر حضورؐ کا چالیس سال کی عمر پا کر مبعوث برسالت ہونا

ہوئے جو سوئے جناں عبدِ مطلبؓ راہی
چچا چچی نے نہ کی پرورش میں کوتاہی
وہ چیز ہو گئی حاضر جو آپ نے چاہی
رئیس مکّہ تھے گھر میں تھی شوکتِ شاہی

۱۶۹م

نظر نہ آتی تھی حرمان و یاس کی صورت
کبھی نہ دل ہوا میلا الباس کی صورت

سن شریف کا چالیسواں ہوا جب سال
اور اس کے ساتھ کیا تحفہ عورودار سال

تو وحی بھیج کے فرمایا حق نے ان کو نہال
سب انبیاء سے سوا بخشا عزو جاہ و جلال

۱۶۷

خدا کی مہر کا خاتم پر اختتام ہوا
بلا کے عرش پہ معبود ہم کلام ہوا

حضور صلعم کے مختصر اوصافِ حمیدہ

مسیح سے ہو کیوں نہ ان کا مرتبہ اعلا
کلیم پر بھی فضیلت ہے ان کو صلِ علا

یہ عاصیوں کی شفاعت مرض کی بھی ہیں شفا
دہانِ پاک ہے سرچشمۂ کلامِ خدا

۱۶۸

وہ تھے کلیم فقط اب سنو کمال ان کا
کلام وحی ہے الہام ہے خیال ان کا

جفا و جہل سے تھے کشتِ علم و دین پامال
سکھایا آپ نے انسانیت کا فرض کمال

تمام ملک میں پھیلا ہوا تھا جہل کا جال
جہاں کو کردیا علم و ادب سے مالا مال

۱۶۹

نبا کمال ہے کامل بھی ہیں مکمل بھی
خدا کے فضل سے فاضل بھی ہیں مفضل بھی

١٨٠

نماز جملہ عبادات حق سے بہتر ہے
کہ بے درود پڑھے ہر نماز بے سر ہے
انہیں پہ خاتمہ اُس کا بہ رب اکبر ہے
اگر سلام نہ بھیجیں صلوٰۃ ابتر ہے
جناب حق میں یہ عزت نہ غیر کی ہے
حضور قلب ہے کیا دوستی حضور کی ہے

١٨١

سند لیاقت علم لدن کی پائے ہوئے
بلیغ سحر بیانی ہیں منہ کی کھائے ہوئے
فصیح عجز سے ہیں گردنیں جھکائے ہوئے
شہ بے پڑھے ہو حق کے ہیں پڑھائے ہوئے
کتاب جن پہ کہ نازل خدا نے اپنی کی
وہ مادری ہے زبان اس نبی اُمّی کی

اس مخمس کی نعت حضور صلعم ہونے کے سبب سے تعریف

١٨٢

سمند طبع رواں ہے کہ جوش پر جیحون
قلم کی شاخ پہ کھلتے ہیں پھول بوقلمون
جدھر کو باگ مڑی مڑ گیا اُدھر گلگون
ہزار ڈالیاں پھولوں کی ہوں تو صدقے کروں
دماغ و دل ہیں معطر سرور بڑھتے ہیں
کلام پہ سبک کے درود پڑھتے ہیں

مقطع اور تاریخی نام مسدس جلوہ گاہ پیغمبر

اور مصنف حقیر کا حضور سے طالب مدد ہونا

کچھ ایسا رنج نے شماتت اثر کیا دل پر
بس اس کا نام رکھو جلوہ گاہ پیغمبر
کہ جس سبب سے رہا نا تمام یہ دفتر
جھکو ادب سے کہو یا رسول جن و بشر

یہ ہدیہ پیش ہے اور میری عرض ہے مولا
کہ ایسے وقت میں امداد فرض ہے مولا

مدد کو لائیے تشریف یا رسول حجاز
یہ مجھ سے کہتے ہیں سب میرے ہمدم و ہمراز
ستم کی چلتا ہے چالیں سپہر سفلہ نواز
زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

قسم ولائے حسین شہید و غازی کی
میں جانتا نہیں چالیں زمانہ سازی کی

تمت بالخیر

۲۶ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ یکشنبہ

مقام کوٹہ

نعتیہ رباعی مصنفہ ثابت رضوی

پیدائش عالم کا سبب احمدؐ ہیں
ہیں اور نبی محب حق یہ محبوبؐ

حقا کہ عجب رحمت رب احمدؐ ہیں
خاصانِ خدا میں منتخب احمدؐ ہیں

ایضاً

پیرو احمدؐ کا کب بہکنے پایا
کیا نورِ خدا کو ظلم و ظلمت سے ہے کام

کی جس نے اطاعت کب بھٹکنے پایا
سایہ بھی قدم تک نہ پھٹکنے پایا

ایضاً

جاہل کو نہیں علم نبیؐ جیسے ہیں
نفسی نہ کہینگے عرصۂ حشر میں بھی

ظلمت کیا جانے نورِ حق کیسے ہیں
نفسانیت و خودی سے پاک ایسے ہیں

ایضاً فی المنقبت ذوقافیتین

اللہ کو علم ہے علیؑ کیسے ہیں
رتبہ سے محمدؐ کے کھلے قدرِ علیؑ

واقف ہیں محمدؐ کہ ولی جیسے ہیں
جیسے ہیں نبیؐ اُن کے وصی ویسے ہیں

احقر العباد خاکسار محمد اسمٰعیل کاتب عفی عنہ

۳۸-۴۷

قطعہ تاریخ طبع میلاد جلوہ گاہ پیغمبر مصنفہ جناب منشی میر محمود حسن صاحب ثاقب دہلوی وکیل عدالت ہائے ریاست کوٹہ خلف الصدق سید محمد یحییٰ صاحب دہلوی مرحوم و تعلیمیافتہ برادرزادہ شاعر شیوا زبان حضرت سید محمد زکریا خاں صاحب زکی مغفور ارشد تلامذہ حضرت غالب دہلوی مرحوم

جناب سید افضل حسین لکھنوی ثابت

وہ اعلیٰ سے بھی اعلیٰ ہیں وہ بہتر سے بھی ہیں بہتر
وہ فخر شاعری ہیں اور استاد زمانہ ہیں
بھلا کیونکر ان سے ہمسر شاعران بلبل و ساغر
لکھا کچھ نظم میں ممدوح نے میلاد ایک ایسا
نہ ہے ناظر تہ ہے ذکر ظہور شافع محشر
اگر سمجھے کوئی اسکو غور سے سوچے کوئی انساں
مٹا ہو جائے اسکو دیکھ کر رنگ گل احمر
مضامین و آیات اور پھر یہ لطف بندش کا
مسلماں محو ہیں سب دیکھ انداز تکلم پر

سخن گو جنکے ہیں سر و دیکھ سخن سنجوں میں ہیں برتر
ثنا ہیں سلامت میں قوت میں حمیت میں
بجا ہے گر انکو کہتا آفتاب علم کا خاور
زبان مستند انکی ہے شمع محفل اردو
ہیں وصف اسکے قلم کی طاقت تحریر سے باہر
جو بندش پر نظر پڑ جائے دل بیساختہ کہدے
ہے وہ عالم حیرت میں دائم صورت پیکر
کہاں ہیں قیصر و ایران سخن آئیں سبق لے لیں
زباں ایک صاف ایسی کہ گویا چشمہ کوثر
ہوئی جب فکر سال طبع ثاقب کو تو ہاتف نے

لیاقت میں ذکاوت میں فصاحت میں بلاغت میں
وہ یکتا زمانہ ہیں کہاں ان کا بھلا ہمسر
وہ مداح علی ہیں اور ثنا خوان پیمبر ہیں
کلام پاک ان کا آسمان نظم میں اختر
نہ ہے نظم و نثر ہے مصرع سبحان الذی اسریٰ
کہ ہر اک نقطہ اس کا ہے مثال دانۂ گوہر
تعالی اللہ رنگ حسن لطف شاعری ایسا
ثنا گوئی ایسے کہتی ہیں آیہ ہے نعت پیغمبر
نظر آتا ہے جلوہ جا بجا نور محمد کا
ندا دی مخزن علم جمال شافع محشر

قطعہ تاریخ طبع جلوہ گاہ پیغمبر مؤلفہ جناب شیخ قربان علی صاحب قربان تخلص (ارشد تلامذہ حضرت ثابت لکھنوی) ساکن قصبہ ڈبائی ضلع بلند شہر مقیم و مختار کار ریاست کوٹہ

یہ میلاد منظوم اچھا کہا
حدیثوں میں جس طرح منقول ہے
سخن سنج لو ہے کو مانیں نہ کیوں
بیاں بھی مدلل ہے معقول ہے
لکھو مختصر اس کی تاریخ طبع
یہ میلاد منظوم مقبول ہے

ثنا خواں ہر اک مرد معقول ہے
مصنف ہیں ثابت مرے اوستاد
کہ ہیں زباں انکی مصقول ہے
معطر ہیں اہل سخن کے دماغ
پسند اہل دل کو نہیں طول ہے

اسی طرح حال ولادت لکھا
وہ قائل ہے ان کا جو معقول ہے
زباں صاف ہے اور بندش بھی چست
ہر اک مصرع تر ہے مقبول ہے
اٹھا کر سر اوج قربان کہو

ایک عدد کا تخرجہ ہے سر اوج سے اشارہ کیا گیا ہے

فہرست کتب امامیہ جنرل بک ایجنسی لاہور

حمائل شریف مترجم مجلد نہایت خوشخط تقطیع برابر کارڈ مجلد قیمت عہ
بلا جلد ۱۲ ا ر

مجموعۂ مناجات۔ اس میں تمام مناجات مقبول و مجرب ہیں قیمت ۶ ر

تطبیق۔ اپنے رنگ کی نئی کتاب اردو زبان میں اصول و فروع دین کی تشریح کر کے تمام مسائل اسلامی کتب آسمانی انبیاء سلف کے مطابق ثابت کئے ہیں۔ قیمت ۸ ر

چشمۂ نجات یعنی اردو ترجمہ عین الحیات مصنفہ ملا محمد باقر مجلسی اعلے الله مقامہ قیمت عہ

سوانح عمری جناب ملا محمد باقر مجلسی اعلے الله مقامہ قیمت ۸ ر

انتصار الاسلام جلد اول عہ
جلد دوم عہ

ماتین فی مقتل الحسینؑ جلد اول ہر دو حصہ عہ۔ جلد دوم عہ

اجابت السائل۔ بیان ملاقات جناب امام حسینؑ اور جناب خضرؑ بصورت اعرابی سوال و جواب ہر دو حضرات قیمت عہ

سوانح عمری جناب علامہ الفقیہ قیمت عہ

رسالہ جعفریہ۔ قیمت ۶ ر

کشف الحقائق سوانح عمری جناب امام جعفر صادقؑ قیمت عہ

تہذیب المتین سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام قیمت ہر دو جلد عہ

تاریخ اعثم کوفی قیمت عہ

خلاصہ جلد ہفتم ذوالفقار حیدر مصنفہ مولوی سید علی اظہر صاحب قیمت ۸ ر

ذوالفقار حیدر جلد دوم قیمت ر

نور ایمان قیمت ۱۲ ر

معیار الکلام۔ قیمت ۱۲ ر

رسالہ سجادیہ و مسکت المخالف قیمت ۸ ر

تقریر دلپذیر۔ قیمت ۸ ر

دُرِ بے بہا۔ قیمت ۸ ر

اصل الحقیقت برد الحقیقت قیمت ۸ ر

سرمۂ خاموشی۔ قیمت ۸ ر

تصویر غالب و مغلوب قیمت ۶ ر

الحرف بین النحو و الصرف قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ

فوائد مہیمیہ۔ قیمت عہ

ریاض مقبول۔ قیمت ۸ ر

مقدمہ جونپور۔ قیمت ۸ ر

رسالہ ذہبیہ۔ قیمت ۲ ر

زائچہ تقدیر۔ قیمت ۱۲ ر

لوائح الاحزان۔ قیمت عہ

فیصلہ مجسٹریٹ۔ قیمت ۳ ر

ثبوت شہادت۔ قیمت ۳ ر

جوڈیشل فیصلہ۔ قیمت ۱۰ ر

حواس خمسہ۔ قیمت ۲ ر

مسدس کوثری مع دیوان بے نقط۔ قیمت ۴ ر

غم حسینؑ۔ قیمت ۶ ر

شہادت حسینؑ۔ قیمت ۷ ر

کرو بکار رسالہ مشکلکشا قیمت ۲ ر

صلواۃ الله جلیل۔ قیمت ۸ ر

حبیب رسول۔ قیمت ۲ ر

العشق۔ قیمت ۳ ر

خلق حسن۔ قیمت ۱ ر

سیرت نبوی۔ قیمت ۲ ر

انوار الہدیٰ۔ قیمت عہ

سیرت النبی حصہ اول قیمت عہ

اثبات الوصایا۔ قیمت ۲ ر

مہذب مکالمہ۔ قیمت ۴ ر

حفظ المناقب۔ قیمت عہ

المشتہر مولوی غلام عباس امامیہ جنرل بک ایجنسی لاہور نانک چند کھلہ